

قضاء وقدر الہی (حصہ اول)

<?xml encoding="UTF-8">

بسم الله الرحمن الرحيم

مقدمہ

قضاء وقدر علم عقائد اور علم کلام کے اہم ترین موضوعات میں سے اسی لئے یہ معرکۃ الاراء موضوعات میں سے ہے تو سب سے پہلے ہمیں قضاء وقدر کے معنی اور مفہوم کو سمجھنے کی ضرورت ہے اسی لئے ہم سب سے پہلے قضاء وقدر کی لغوی اور اصطلاحی معنی کی وضاحت کرینگے پھر ان شاء اللہ قرآن اور احادیث کی روشنی میں قضاء وقدر پر تفصیلی بحث کرینگے

قدر کا معنی

قدر لغت میں :- قدر عربی کا لفظ ہے جس کا معنی "مقدار" ہے اور کلمہ تقدیر اسی لفظ سے مشتق ہوا ہے اسی کا معنی "اندازہ گیری" "تولنا" "اندازہ لینا" ہے
قضاء لغت میں :- قضاء بھی عربی لفظ ہے اسکے مختلف معانی بیان ہوئے ہیں مثلاً "تمام کرنا، مکمل کرنا" "کسی چیز سے فارغ ہونا" "انجام دینا" اور حکم سنانا وغیرہ ہے لیکن مناسب ترین معنی کسی کام کو انجام دینا کسی کام کو پائے تکمیل تک پہنچانے کو کہا جاتا ہے
کبھی یہ دونوں لفظ مترادف کے طور پر "قسمت اور سرنوشت" کے معنی میں استعمال ہوتا ہے

قضاء وقدر کا اصطلاحی معنی

تقدیر الہی اصطلاح میں :- تقدیر الہی سے مراد یہ ہے کہ کسی بھی حادثہ یا واقعہ کو اگر دیکھا جائے تو وہ کام یا واقعہ خداوند متعال کی تدبیر کے ماتحت ہوتا ہے اس معنی میں کہ خداوند متعال نے تمام حادثات اور واقعات کے لئے کمی اور کیفی اسی طرح زمان و مکان کے اعتبار سے خاص قسم کے حدود معین کیا ہے اور اس کے تحقق کیلئے تدریجی علل اور اسباب معین کیا گیا ہے اور بلا تشبیہ خداوند متعال نے ایک ماہر انجینیر کی طرح اس حادثہ یا واقعہ کو تمام پہلوؤں کو ملحوظ نظر رکھا گیا ہے یعنی خداوند متعال کے ہاں بے پایاں علم اور قدرت ہونے کے پیش نظر ہر موجود کیلئے ہر پہلو سے ایک خاص قسم کی حدود و مبدء اور مقصد معین کیا ہے اسی کو تقدیر الہی کہتے ہیں -

قضاء الہی اصطلاح میں :- قضاء الہی سے مراد کسی واقعہ یا حادثہ کے وجود میں آنے کے اسباب و شرائط فراہم ہونے کے بعد خداوند متعال کسی واقعہ یا حادثہ کو حتمی کرتا ہے اور وہ واقعہ یا حادثہ معینہ شرائط اور قوانین الہی کے عین مطابق ہوتا ہے جس کو خدا نے حتمی کیا ہے اور سرانجام تک پہنچایا دیا ہے آیت اللہ مصباح یزدی حفظہ اللہ فرماتا ہے "تقدیر الہی کا مرحلہ قضاء الہی کے مرحلہ سے پہلے ہوتا ہے کیونکہ تقدیر کے ایک امر تدریجی ہوتا ہے جو مختلف مقدمات اور شرائط تدریجی پر مشتمل ہوتا ہے" (1) انہوں نے ایک قرآنی مثال پیش کیا ہے (2) ایک جنین جو نطفہ سے علقہ (خون کالوتھڑا) پھر مضغہ یعنی (گوشت کا لوتھڑا) پھر ایک کامل جنین بن جاتا ہے تو یہ مراحل اس جنین کے متعلق تقدیر ہے۔ اور یہ مراحل مختلف زمانی اور مکانی شرائط پر مشتمل ہوتے ہیں اور جنین کا ان مراحل سے گزرنا تقدیر کی تبدیلی سے بھی تعبیر کی جاسکتی ہے

لیکن مرحلہ قضاء دفعی ہوتا ہے یعنی وہ ناقابل تغیر ہے لیکن تقدیر کے مراحل (اسباب و شروط) سے وابستہ ہے جیسا کہ خداوند متعال کا فرمان ہے " (وَإِذَا قُضِيَ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ)" (3) اس کا مفہوم یہ ہے جب وہ کسی چیز کے وجود حتمی کرتا ہے تو وہ اس کو ہوجاؤ کہتا ہے تو وہ فوراً ہوجاتا ہے یہ بات یہاں قابل ذکر ہے کہ قضاء و قدر مترادف استعمال ہوتا ہے اسی لئے بعض روایات اور دعاؤں میں قضاء کی تغیر اور تبدیلی کے حوالے سے نکات موجود ہیں (4) تو حقیقت میں تقدیر کی تبدیلی مراد ہے نہ قضاء کی۔ اس بنا پر قضاء و قدر الہی کا معنی یہ ہے کہ ہر چیز جس کو خداوند متعال نے انسان کے لئے مقدر کیا ہے جب اس کا وقت ، اسباب و شرائط پورے ہوجائیں (وہ شرائط اور اسباب بھی تقدیر سے معین ہوتے ہیں) تو قضائے الہی اس چیز کو حتمی کردیتی ہے اور وہ امر ذہنی اور نقشے سے گزر کر عملی طور پر وجود میں آتا ہے

قضاء قدر کی اقسام

قضاء قدر کے معانی اور مفہوم کو بیان کرنے کے ہم آج کے درس میں قضاء و قدر کی اقسام پر کچھ مفید مطالب بیان کریں گے۔

علم کلام اور عقائد اسلامی کے علماء اور دانشوروں نے قضاء و قدر الہی کو قرآنی آیات اور احادیث کی روشنی میں دو قسموں میں تقسیم کی ہیں

پہلی قسم : قضاء و قدر علمی ۔ دوسری قسم قضاء و قدر عینی

1:- قضاء و قدر علم

قدر علمی سے مراد یہ ہے کہ خداوند متعال کو کسی حادثہ یا واقعہ کے تمام اسباب اور شرائط (جو بتدریج تحقق پاتے ہیں) کا علم ہے

قضاء علمی سے مراد یہ ہے کہ خداوند کو علم ہے کہ وہ واقعہ یا حادثہ فلان معین وقت میں پیش آئے گا یعنی وجود میں آئے گا

پس قدر علمی ہر موجد کے لئے ایک خاص اندازے کے مطابق شرائط اور اسباب و مقدمات ، زمان و مکان

اور کمیت و کیفیت مشخص اور معین ہوتے ہیں اور یہ سب خداوند متعال کے بے پایاں علم کے دائرے میں ہیں -

اور قضاء علمی ایک خاص اندازے کے مطابق شرائط و اسباب پورے ہونے یا فراہم ہونے کے بعد فلان واقعہ پیش آنا اور وجود میں آنا بھی خداوند کے علم سے خارج نہیں ہے

2:- قضاء اور قدر عینی

اس قسم میں کسی واقعہ یا حادثہ کو خارج اور وجودی نظر سے دیکھا جاتا ہے یعنی کسی واقعہ کا بتدریج وجود میں آنا خدا سے منسوب ہے مثلاً گزشتہ درس میں جو قرآنی مثال پیش کی گئی کہ ایک جنین جو کئی مراحل طے کر کے آخر میں ایک مکمل جنین کی شکل اختیار کرتا یہ سب مراحل خداوند سے منسوب ہے اور خداوند اس جنین کو ان مراحل سے گزار دیتا ہے

اور قضاء عینی میں بھی کسی واقعہ یا حادثہ کا خارج میں وجود میں آنا اور پیش آنا مراد ہے یعنی جب وہ خارج میں پیش آتا ہے یا وجود میں آتا ہے تو قضاء الہی عینی کہا جاتا ہے
یعنی دوسری عبارت میں اس واقعہ یا حادثہ کے بتدریج واقع ہونے میں تقدیر الہی حاکم ہے اور اس کام یا واقعہ کے انجام پانے میں قضاء الہی کی مداخلت ہے
اس بنا پر ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ قضاء و قدر الہی اثر کے اعتبار سے تمام موجودات اور واقعات یا حادثات حتی انسان کے رفتار، کردار پر بھی مسلط اور حاکم ہے

قضاء و قدر علمی اور عینی میں فرق

مذکورہ بالا قضاء و قدر کی تقسیم کے مطابق قضاء و قدر علمی کسی چیز یا واقعہ یا حادثہ کے وجود میں آنے سے پہلے ہوتی ہیں جبکہ قضاء و قدر عینی ایک چیز یا واقعہ یا حادثہ کے وجود میں آنے کے ساتھ ہوتی ہیں یعنی کسی چیز یا واقعہ یا حادثہ کے وجود میں آتے ہیں قضاء و قدر عینی استنتاج ہوتی ہیں اس مسئلہ کو عقل بطور احسن درک کرتی ہے یہ بات یہاں قابل توجہ ہے کہ قضاء و قدر عینی خلقت کی کیفیت کا نام ہے تو اس بحث کا تعلق توحید خالقیت سے بھی بنتا ہے
مختصر عبارت میں ان دونوں کا فرق اس انداز میں بیان کیا جاسکتا ہے پہلی قسم کا تعلق علم الہی سے ہوتا ہے اور دوسری کا تعلق وجود سے ہوتا ہے

قضاء قدر اور لوح محفوظ

لوح مقدس محفوظ کا وجود تمام اسلامی علماء اور کلامی دانشوروں کے درمیان متفق علیہ مسئلہ ہے اور یقیناً اس کا قضاء و قدر الہی سے تنگ تنگ اور قریبی رابطہ ہے اس بارے میں ہم یہاں آیت اللہ مصباح یزدی مدظلہ العالی کے بیان کا خلاصہ پیش کرتے ہیں

آپ فرماتے ہیں "آیات قرآنی اور روایات اسلامی کے مطابق علم خداوند تمام موجودات کے بارے میں انکے خارجی وجود کی شکل اور کمیت کیفیت کے اعتبار سے یا (وہی قضاء قدر علمی) لوح مقدس و شریف و رفیع یعنی لوح محفوظ پر سپرد قلم کئے گئے ہیں اور ہر شخص جس کو "خدا کے اذن اور اجازت سے" اس مقدس لوح تک دسترسی ممکن ہو جائے تو وہ (علم ماکان اور مایکون) ماضی اور مستقبل میں پیش آنے والے تمام واقعات کے تمام جزئیات سے آگاہ و آشنا ہوتے ہیں اور وہاں اس مقدس لوح محفوظ کے ضمن میں دیگر الواح بھی ہیں جو رتبہ اور مرتبہ کے اعتبار سے لوح محفوظ سے کم درجہ کے ہیں

ان الواح میں موجودات اور حوادث اور واقعات کے ظواہر اور وجود کو مشروط اور قابل تغیر اور غیر حتمی طور پر درج کیے ہوئے ہیں اور اگر کسی کو ان الواح تک دسترسی پیدا ہو جائے تو وہ بھی موجودات کے حوالے سے ان کے مستقبل کے بارے میں پیش آنے والے واقعات کے متعلق ناقص اور مشروط معلومات سے آگاہ اور آشنا ہو جاتا ہے " لیکن ضروری نہیں وہ اس مکتوب کے مطابق واقع ہو کیونکہ یہ مشروط مکتوب ہیں ممکن ہے تبدیل ہو جائے شاید یہ آیت مبارکہ "يَمْحُو اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثَبِّتُ وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ (5) " یعنی خدا جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے درج کر دیتا ہے اور اس کے پاس ام الكتاب ہے " ان انہی الواح کی اقسام کے بارے میں اشارہ ہے " (6)

قابل توجہ نکتے اور فوائد

- 1:- اس مذکورہ آیت کو علماء نے "بداء" کے ثبوت پر دلیل قرار دیا ہے کیونکہ بداء ان تقدیروں کو کہا جاتا جو قابل تغیر ہیں اور مشروط ہیں
- آیت اللہ شیخ جعفر سبحانی حفظہ اللہ اس بارے میں فرماتے ہیں "یہ آیت اصل ہے بداء کے لئے اور اس کو مرحلہ ثبوت میں ثابت کرنے کے لئے ساتھ ساتھ تمام مفسرین اور محققین کے کلمات اس آیت مبارکہ کے ذیل میں اور خود آیت کی دلالت واضحہ بھی کافی ہے "بداء" کو صحیح معنی اور مفہوم کے ساتھ سمجھنے کے لئے اور اگر کوئی اہل مطالعہ غور سے ان کے کلمات کا جائزہ لے تو اس نتیجے پر پہنچے گا کہ 'بداء' اپنے صحیح مفہوم ومعنی میں امت اسلامی کے نزدیک ایک متفق علیہ مسئلہ ہے (7)
- 2:- مذکورہ بالا لوح محفوظ اور دیگر ضمنی الواح کے بیان سے ان دو آیتوں ("ومن عنده علم الكتاب" (8) اور وہ جس کے پاس علم کتاب ہے اور "علم من الكتاب" (9) جس کے پاس بعض کتاب کا علم ہے) کے معنی و مفہوم واضح و روشن اور آشکار ہو جاتے ہیں

- 3:- پیغمبر مکرم اسلام اور ائمہ معصومین علیہم السلام کے پاس باذن اللہ "علم ماکان و مایکون" ہونے کے بارے میں شک و شبہات باقی نہیں رہتے یا بعض غیر معصوم خدا کے مقربین اور اولیاء کے پاس بھی مشروط طور پر الواح مشروطہ اور قابل تغیر کا جزئی طور پر علم ہونا بھی ممکن ہونا ثابت ہو جاتا ہے

- 1:- دروس فى العقيدة الاسلامية، آيت الله مصباح يزدى ص 152
- 2:- ثُمَّ خَلَقْنَا النَّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظْمًا فَكَسَوْنَا الْعِظْمَ لَحْمًا ثُمَّ أَنْشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ
فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ (مومنون 14)
- 3:- سورة بقره آيت 117
- 4- " دروس فى العقيدة الاسلامية، آيت الله مصباح يزدى ص 152
- 5:- سورة رعد آيت 39
- 6:- دروس فى العقيدة الاسلامية ص 53
- 7:- أضواء على عقائد الشيعة الامامية- شيخ جعفر بحاني ص 441
- 8:- (وَ يَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلًا قُلْ كَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَ بَيْنَكُمْ وَ مَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ)سوره رعد آيت 43
- 9:- (قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ فَلَمَّا رآهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهُ قَالَ هَذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي لِيَبْلُوَنِي أَأَشْكُرُ أَمْ أَكْفُرُ وَمَنْ شَكَرَ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ رَبِّي غَنِيٌّ كَرِيمٌ)سوره نمل آيت 40